Allama Iqbal Open University AIOU BS Islamic Studies solved assignments no 2 Autumn 2025 Code 1912 Islamic & Western Civilization and thought in Historic Perspective

سوال نمبر *1:* مولانا محمد قاسم نانوتوی اور تحریکِ دیوبند کے رہنماؤں نے مغربی تہذیب کے اثرات سے مقابلے کے لیے کون سی حکمتِ عملی اپنائی؟

برصغیر پاک و ہند میں انگریزی اقتدار کے قیام کے بعد مغربی تہذیب، افکار اور نظامِ تعلیم نے مقامی اسلامی معاشرت، دینی اقدار اور تہذیبی شناخت کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا۔ خاص طور پر *1857*ء کی جنگِ آزادی کی

ناکامی کے بعد مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، تعلیمی اور دینی حالت انتہائی کمزور ہو چکی تھی۔ ایسے نازک دور میں **مولانا محمد قاسم نانوتویؒ** اور ان کے رفقا نے ایک منظم، فکری اور دینی تحریک کی بنیاد رکھی جسے تاریخ میں **تحریکِ دیوبند** کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس تحریک کا بنیادی مقصد مغربی تہذیب کے غلبے، فکری یلغار اور استعمار کے اثرات سے اسلامی عقائد، تہذیب اور دینی تشخص کا تحفظ تھا۔

ذیل میں تحریکِ دیوبند اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی اختیار کردہ حکمتِ عملی کو مختلف عنوانات کے تحت تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے:

---

1. دینی تعلیم کے احیا اور دارالعلوم دیوبند کا قیام

1.1 دارالعلوم دیوبند کا قیام *(1866ء)*

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے سب سے پہلے یہ محسوس کیا کہ مغربی تہذیب کے اثرات کا مقابلہ **طاقت یا سیاست کے ذریعے نہیں بلکہ علم، فکر اور تعلیم**

کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ اسی مقصد کے تحت *1866*ء میں **دارالعلوم دیوبند** کی بنیاد رکھی گئی۔

- یہ ادارہ خالص دینی بنیادوں پر قائم کیا گیا
- حکومتی سرپرستی یا انگریز حکومت کی مالی مدد قبول نہیں کی گئی
- عوامی چندے اور عطیات کے ذریعے ادارے کو چلایا گیا

یہ حکمتِ عملی اس لیے اپنائی گئی تاکہ ادارہ فکری طور پر آزاد رہے اور مغربی یا استعماری دباؤ سے محفوظ رہے۔

---

2. اسلامی عقائد اور سنت کی مضبوط بنیاد

2.1 عقیدۂ توحید اور سنت کی حفاظت

تحریکِ دیوبند کے رہنماؤں نے مغربی تہذیب کے اثرات کو صرف تہذیبی نہیں بلکہ **عقیدے کا مسئلہ** سمجھا۔ مغربی افکار میں:

- مادہ پرستی
- عقل پرستی *(Rationalism)*

- مذہب سے دوری *(Secularism)*

جیسے نظریات شامل تھے جو اسلامی عقائد سے متصادم تھے۔ اس کے مقابلے میں دیوبندی علماء نے:

- عقیدۂ توحید کو مضبوط بنیاد بنایا
- سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی پر زور دیا
- بدعات اور غیر اسلامی رسوم کی اصلاح کی

---

3. نصابِ تعلیم کی تشکیل *(درسِ نظامی)*

3.1 اسلامی نصاب کا فروغ

مولانا قاسم نانوتویؒ اور ان کے ساتھیوں نے **درسِ نظامی** کو بنیاد بنا کر ایک ایسا نصاب مرتب کیا جو:

- قرآن، حدیث، فقہ اور اصولِ فقہ پر مشتمل تھا
- منطق، فلسفہ اور عربی ادب کو دینی مقاصد کے تابع رکھتا تھا

- مغربی علوم کو براہِ راست اختیار کرنے کے بجائے دینی تشخص کو مقدم رکھتا تھا

یہ نصاب مغربی تعلیمی نظام کا متبادل تھا جو مسلمانوں کو مذہب سے دور کر رہا تھا۔

---

4. مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کی مخالفت

4.1 تہذیبی خودی اور اسلامی شناخت

تحریکِ دیوبند کے رہنماؤں نے واضح طور پر یہ مؤقف اختیار کیا کہ:

- مغربی تہذیب کی اندھی تقلید مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی تباہی کا سبب بنے گی
- لباس، معاشرت، اخلاق اور طرزِ زندگی میں اسلامی اقدار کو برقرار رکھنا ضروری ہے

انہوں نے مسلمانوں کو سادگی، تقویٰ اور اسلامی تہذیب کی طرف واپس لانے کی کوشش کی۔

---

5. تصوف کی اصلاح اور روحانی تربیت

5.1 شریعت کے مطابق تصوف

دیوبندی علماء نے تصوف کو مکمل طور پر رد نہیں کیا بلکہ اسے **شریعت کے تابع** کیا۔

- تصوف کو اخلاقی اصلاح اور روحانی تربیت کا ذریعہ بنایا
- غیر شرعی اور خرافاتی تصوف کی مخالفت کی
- ذکر، تقویٰ اور اخلاص پر زور دیا

یہ حکمتِ عملی مغربی مادہ پرستی کے مقابلے میں روحانیت کو زندہ رکھنے کا ذریعہ بنی۔

---

6. سیاسی حکمتِ عملی اور انگریز سامراج سے فاصلہ

6.1 سیاسی بغاوت کے بجائے فکری مزاحمت

1857ء کے بعد مولانا نانوتویؒ اور ان کے رفقا نے براہِ راست سیاسی تصادم کے بجائے:

- علمی و فکری محاذ پر کام کیا
- مسلمانوں کی دینی بنیادوں کو مضبوط کیا
- مستقبل کی قیادت تیار کرنے پر توجہ دی

یہ ایک **طویل المدتی حکمتِ عملی** تھی جو زیادہ مؤثر ثابت ہوئی۔

---

7. تبلیغ، اصلاح اور عوامی رابطہ

7.1 عوام میں دینی شعور بیدار کرنا

تحریکِ دیوبند کے علماء نے:

- مساجد، مدارس اور خانقاہوں کے ذریعے تبلیغ کی
- عام مسلمانوں میں دینی شعور بیدار کیا
- مغربی افکار کے نقصانات سے آگاہ کیا

یہ عوامی سطح کی اصلاح مغربی تہذیب کے اثرات کے خلاف ایک مضبوط دفاع تھی۔

---

8. متحدہ قیادت اور اجتماعی سوچ

8.1 علماء کا باہمی اتحاد

تحریکِ دیوبند کی ایک بڑی کامیابی یہ تھی کہ:

- علماء نے ذاتی اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر مشترکہ مقصد اپنایا
- اجتماعی قیادت کے تحت دینی جدوجہد جاری رکھی
- فرد کے بجائے ادارے اور جماعت کو اہمیت دی

یہ اجتماعی حکمتِ عملی مغربی انفرادیت *(Individualism)* کے خلاف ایک عملی نمونہ تھی۔

---

9. صحافت اور تصنیف و تالیف

9.1 علمی و فکری دفاع

دیوبندی علماء نے:

- اسلامی موضوعات پر کتب لکھیں
- مغربی نظریات کا علمی رد پیش کیا
- اسلامی قانون، تہذیب اور تاریخ کو اجاگر کیا

یہ فکری جدوجہد مغربی فکری یلغار کے مقابلے میں ایک مضبوط علمی محاذ تھی۔

---

10. تحریکِ دیوبند کے اثرات اور نتائج

10.1 مثبت نتائج

- اسلامی تعلیم کا ایک مضبوط نظام قائم ہوا
- برصغیر میں ہزاروں مدارس وجود میں آئے
- دینی تشخص اور اسلامی شناخت محفوظ رہی
- علماء کی ایک ایسی نسل تیار ہوئی جو علم اور تقویٰ کا امتزاج تھی

مجموعی جائزہ

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور تحریکِ دیوبند کے رہنماؤں نے مغربی تہذیب کے اثرات سے مقابلے کے لیے جو حکمتِ عملی اپنائی وہ درج ذیل بنیادوں پر قائم تھی:

- **علمی و تعلیمی جدوجہد**
- **اسلامی عقائد اور سنت کا تحفظ**
- **مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کی مخالفت**
- **روحانی و اخلاقی اصلاح**
- **فکری خودمختاری اور دینی تشخص کا تحفظ**

یہ حکمتِ عملی وقتی نہیں بلکہ **دیرپا اور ہمہ گیر** تھی، جس کے اثرات آج بھی پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور دنیا بھر میں قائم دیوبندی مدارس اور دینی تحریکوں میں واضح طور پر نظر آتے ہیں۔

سوال نمبر 2: صنعتی انقلاب کے بعد مستشرقین کی تحقیق میں کن سیاسی اور سماجی عوامل نے اہم کردار ادا کیا؟ نیز یورپی اقوام نے اسلامی علوم کے حصول کے لیے کیا اقدامات کیے؟

تمہید: صنعتی انقلاب اور فکری دنیا میں تبدیلی

صنعتی انقلاب *(Industrial Revolution)* نے یورپ کی سیاسی، معاشی اور سماجی ساخت کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں مشینوں، صنعتوں، جدید ٹیکنالوجی اور سرمایہ دارانہ نظام کے فروغ نے یورپی اقوام کو عالمی سطح پر طاقتور بنا دیا۔ اس طاقت کے ساتھ ہی یورپ میں علم، تحقیق اور مطالعے کا ایک نیا رجحان پیدا ہوا جس کے نتیجے میں مشرقی دنیا، خصوصاً اسلامی تہذیب، تاریخ اور علوم کو سمجھنے کی ایک منظم کوشش شروع ہوئی۔ یہی کوشش بعد میں "استشراق" *(Orientalism)* کے نام سے معروف ہوئی۔

استشراق کا پس منظر

استشراق سے مراد وہ علمی و تحقیقی سرگرمیاں ہیں جن کے تحت یورپی محققین نے مشرقی اقوام، بالخصوص مسلمانوں کے مذہب، تاریخ، زبان، تہذیب

اور سماجی نظام کا مطالعہ کیا۔ صنعتی انقلاب کے بعد یہ مطالعہ محض علمی شوق تک محدود نہ رہا بلکہ اس کے پیچھے گہرے سیاسی، سماجی اور استعمار ی محرکات کارفرما تھے۔

حصہ اول: صنعتی انقلاب کے بعد مستشرقین کی تحقیق میں سیاسی عوامل

استعماریت *(Colonialism)* کا فروغ

صنعتی انقلاب کے بعد یورپی اقوام کو خام مال، نئی منڈیاں اور سستی افرادی قوت درکار تھی۔ اس ضرورت نے استعماریت کو جنم دیا۔ برطانیہ، فرانس، ہالینڈ اور دیگر طاقتوں نے مسلم دنیا کے وسیع علاقوں پر قبضہ کیا۔ ان علاقوں پر مؤثر حکمرانی کے لیے مقامی مذاہب، ثقافت اور سماجی ڈھانچے کو سمجھنا ناگزیر تھا۔ اسی مقصد کے تحت مستشرقین کی تحقیق کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی۔

سیاسی غلبے کے لیے علمی معلومات

یورپی حکمرانوں کو یہ احساس تھا کہ محض فوجی طاقت کے ذریعے طویل المدتی حکمرانی ممکن نہیں۔ اس کے لیے مقامی عوام کی نفسیات، دینی رجحانات اور سماجی اقدار کو جاننا ضروری ہے۔ مستشرقین کی تحقیق نے اسلامی قوانین، فقہی نظام، خلافت اور مسلم معاشرت کے بارے میں معلومات فراہم کیں، جنہیں نوآبادیاتی انتظامیہ نے اپنے فائدے کے لیے استعمال کیا۔

خلافتِ عثمانیہ کا خوف

انیسویں صدی میں خلافتِ عثمانیہ ایک بڑی مسلم سیاسی قوت تھی۔ یورپی طاقتیں اسے اپنے مفادات کے لیے خطرہ سمجھتی تھیں۔ اس لیے مستشرقین نے اسلامی سیاسی فکر، خلافت کے تصور اور جہاد جیسے موضوعات پر خاص توجہ دی تاکہ مسلم سیاسی وحدت کو کمزور کیا جا سکے۔

سفارتی اور خارجہ پالیسی کی ضروریات

اسلامی ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے کے لیے ان کے مذہبی و ثقافتی پس منظر کو سمجھنا ضروری تھا۔ مستشرقین کی تحقیقات یورپی سفارتکاروں اور پالیسی سازوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنیں۔

حصہ دوم: صنعتی انقلاب کے بعد مستشرقین کی تحقیق میں سماجی عوامل

یورپی سماج میں علمی تجسس

صنعتی انقلاب نے یورپ میں تعلیم، یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں کو فروغ دیا۔ علمی تجسس میں اضافہ ہوا اور مختلف تہذیبوں کے مطالعے کو علم کی ترقی کے لیے ضروری سمجھا جانے لگا۔ اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات تھا، اس لیے مستشرقین کے لیے ایک دلچسپ موضوع بن گیا۔

مذہبی تصادم اور عیسائی مشنری سرگرمیاں

یورپ میں عیسائیت اور اسلام کے درمیان صدیوں پر محیط فکری تصادم موجود تھا۔ صنعتی انقلاب کے بعد عیسائی مشنری ادارے مسلم علاقوں میں فعال ہو گئے۔ اسلام کو سمجھنے اور اس پر تنقید کرنے کے لیے مستشرقین کی تحقیقات مشنری مقاصد کے لیے استعمال ہوئیں۔

سائنسی و عقلی فکر کا غلبہ

یورپ میں عقلیت *(Rationalism)* اور سائنسی سوچ کے فروغ نے مذہب کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کا رجحان پیدا کیا۔ مستشرقین نے بھی اسلامی

تعلیمات، وحی، نبوت اور معجزات کو مغربی عقلی معیار پر پرکھنے کی کوشش کی، جس سے ان کی تحقیقات میں جانبداری پیدا ہوئی۔

نسلی اور تہذیبی برتری کا تصور

اس دور میں یورپ میں "سفید فام برتری" اور "تہذیبی فوقیت" کا نظریہ عام تھا۔ مستشرقین نے اکثر اسلامی تہذیب کو جامد، پسماندہ اور ترقی سے محروم ثابت کرنے کی کوشش کی تاکہ یورپی تہذیب کو اعلیٰ اور برتر دکھایا جا سکے۔

حصہ سوم: یورپی اقوام کے اسلامی علوم کے حصول کے اقدامات

اسلامی مخطوطات کا جمع کرنا

یورپی اقوام نے اسلامی علوم کے اصل مصادر تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر عربی، فارسی اور ترکی مخطوطات جمع کیے۔ یہ مخطوطات بغداد، قاہرہ، دمشق، اندلس اور برصغیر سے یورپی لائبریریوں میں منتقل کیے گئے۔ آج بھی یورپ کی بڑی لائبریریاں اسلامی مخطوطات سے بھری ہوئی ہیں۔

ترجمہ جاتی تحریک

اسلامی علوم کو سمجھنے کے لیے قرآن، حدیث، فقہ، فلسفہ، تاریخ اور سائنس کی اہم کتابوں کے یورپی زبانوں میں تراجم کیے گئے۔ قرآن مجید کے متعدد تراجم اسی دور میں ہوئے، اگرچہ اکثر میں تعصب اور غلط تشریحات پائی جاتی ہیں۔

جامعات اور تحقیقی اداروں کا قیام

یورپ میں مشرقی علوم کے لیے خصوصی شعبے قائم کیے گئے۔ عربی، اسلامیات اور مشرقی تاریخ کو باقاعدہ یونیورسٹی مضامین بنایا گیا۔ ان اداروں میں مستشرقین نے اسلامی علوم پر منظم تحقیق کی۔

مستشرقین کی تصنیفات

مستشرقین نے اسلامی تاریخ، سیرتِ نبوی ﷺ، فقہ، تصوف اور اسلامی فلسفے پر ہزاروں کتابیں اور مقالات لکھے۔ اگرچہ ان میں سے بعض تحقیقی لحاظ سے مفید ہیں، لیکن بڑی تعداد میں تعصب، غلط فہمی اور سیاسی مقاصد نمایاں ہیں۔

مسلم علماء سے استفادہ

یورپی محققین نے براہِ راست مسلم علماء، مترجمین اور اساتذہ سے بھی استفادہ کیا۔ کئی مسلمان علما کو یورپی اداروں میں تدریس یا ترجمے کے کام پر مامور کیا گیا، اگرچہ اکثر اوقات یہ تعاون یورپی علمی بالادستی کے تحت تھا۔

آثارِ قدیمہ اور تاریخی تحقیق

اسلامی تاریخ کو سمجھنے کے لیے آثارِ قدیمہ کی کھدائیاں کی گئیں، قدیم اسلامی شہروں، مساجد اور علمی مراکز کا مطالعہ کیا گیا، جس سے یورپی مؤرخین کو مسلم تہذیب کے عروج و زوال کے بارے میں مواد ملا۔

مجموعی تجزیہ

صنعتی انقلاب کے بعد مستشرقین کی تحقیق محض علمی جستجو کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے مضبوط سیاسی، سماجی اور استعمار ی عوامل کارفرما تھے۔ یورپی اقوام نے اسلامی علوم کے حصول کے لیے منظم ادارے، ترجمے، مخطوطات کی منتقلی اور تحقیقی سرگرمیوں کا سہارا لیا۔ اگرچہ ان کوششوں سے اسلامی علوم کا تعارف مغرب میں ہوا، لیکن اکثر تحقیقات

تعصب، طاقت کے توازن اور تہذیبی برتری کے تصور سے متاثر رہیں۔ اسی لیے مسلم مفکرین نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ اسلامی علوم کی تعبیر و تشریح خود مسلمانوں کے ہاتھ میں ہونی چاہیے تاکہ ان کی اصل روح اور پیغام محفوظ رہ سکے۔

سوال نمبر 3: دین کی دعوت دینے والوں کو مذہبی حاسہ سے محروم افراد کے ساتھ کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ قرآن مجید نے اس بارے میں کیا وضاحت پیش کی؟

تمہید: مذہبی حاسہ اور دعوتِ دین

دین کی دعوت انسانی تاریخ کا ایک بنیادی فریضہ رہی ہے۔ انبیائے کرامؑ، رسولوں، صحابہؓ، علماء اور مصلحین نے ہر دور میں انسانوں کو حق کی طرف بلایا۔ مگر اس دعوت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ افراد بنے جو مذہبی حاسہ سے محروم تھے۔ مذہبی حاسہ سے مراد وہ باطنی صلاحیت ہے جس کے ذریعے انسان حق و باطل میں فرق کرتا، اللہ کی ہدایت کو قبول کرتا اور اخلاقی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہے۔ جب یہ حاسہ کمزور یا ختم ہو جائے تو انسان نہ صرف دین کی دعوت کو رد کرتا ہے بلکہ داعی کے لیے شدید مشکلات بھی پیدا کرتا ہے۔

مذہبی حاسہ سے محروم افراد کی بنیادی خصوصیات

قرآن مجید ایسے افراد کی نفسیاتی اور فکری کیفیت کو واضح کرتا ہے۔ یہ لوگ بظاہر دیکھتے، سنتے اور بولتے ہیں مگر حق کو قبول کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔

دلوں کی سختی

قرآن کے مطابق ایسے افراد کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی۔

"ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً"

عقل کا غلط استعمال

یہ لوگ عقل رکھتے ہیں مگر اسے خواہشات اور تعصبات کے تابع کر دیتے ہیں، جس سے حق ان پر منکشف نہیں ہو پاتا۔

حسد اور تکبر

اکثر اوقات دین کی دعوت کو رد کرنے کی وجہ حسد اور تکبر ہوتی ہے، جیسا کہ فرعون، ابو جہل اور دیگر مخالفینِ انبیاء کے واقعات میں واضح ہے۔

دعوتِ دین میں پیش آنے والی بنیادی مشکلات

انکارِ حق

سب سے بڑی مشکل یہ رہی کہ مذہبی حاسہ سے محروم افراد نے واضح دلائل کے باوجود حق کا انکار کیا۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ یہ لوگ جان بوجھ کر سچ کو جھٹلاتے ہیں۔

تمسخر اور مذاق

داعیانِ حق کا مذاق اڑایا گیا، انبیاء کو شاعر، جادوگر اور دیوانہ کہا گیا۔ نبی کریم ﷺ کو بھی مکہ میں شدید تمسخر کا سامنا کرنا پڑا۔

سماجی دباؤ اور مخالفت

ایسے افراد نے معاشرتی دباؤ، بائیکاٹ اور بدنامی کے ذریعے دعوتِ دین کو روکنے کی کوشش کی۔ شعبِ ابی طالب کا واقعہ اس کی واضح مثال ہے۔

تشدد اور ایذا رسانی

قرآن تاریخ بتاتا ہے کہ کئی انبیاء کو قتل کیا گیا یا جلا وطن کیا گیا۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کو شدید مخالفت اور اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔

دلائل کے باوجود ہٹ دھرمی

یہ افراد معجزات اور واضح نشانیوں کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے تھے۔ قرآن اس رویے کو "استکبار" قرار دیتا ہے۔

قرآن مجید کی وضاحت اور رہنمائی

ہدایت اللہ کے اختیار میں

قرآن واضح کرتا ہے کہ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے، داعی کا فرض صرف پیغام پہنچانا ہے۔

"إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ"

دعوت میں صبر اور حکمت

قرآن نے داعیوں کو صبر، حکمت اور حسنِ اخلاق کی تلقین کی۔

"ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"

زبردستی کی ممانعت

دین کے معاملے میں جبر کو سختی سے منع کیا گیا۔

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ"

حق کے منکروں کی نفسیات کی وضاحت

قرآن نے بتایا کہ بعض لوگ ایمان اس لیے نہیں لاتے کہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہوتی ہے۔

"خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ"

انبیائے کرامؑ کی مثالیں اور اسباق

حضرت نوحؑ

ساڑھے نو سو سال دعوت دی مگر اکثریت نے انکار کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ داعی کی کامیابی تعداد سے نہیں بلکہ اخلاص سے جڑی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ

بت پرست معاشرے میں تنہا کھڑے ہو کر توحید کی دعوت دی، آگ میں ڈالے گئے مگر صبر کا دامن نہ چھوڑا۔

نبی کریم ﷺ

مکہ میں مخالفت، طائف میں پتھراؤ اور مدینہ میں منافقین کی سازشوں کے باوجود دعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔

عصرِ حاضر میں مشکلات کی نوعیت

آج مذہبی حاسہ سے محرومی جدید شکل اختیار کر چکی ہے۔ مادیت، سیکولرزم، لادینیت اور الحاد نے انسان کو روحانی اقدار سے دور کر دیا ہے۔ داعیانِ دین کو آج فکری حملوں، میڈیا پروپیگنڈے اور اخلاقی انحطاط کا سامنا ہے، مگر قرآن کی رہنمائی آج بھی اتنی ہی مؤثر ہے جتنی پہلے تھی۔

مجموعی تجزیہ

دین کی دعوت دینے والوں کو مذہبی حاسہ سے محروم افراد کے ساتھ ہر دور میں شدید مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ انکار، تمسخر، تشدد، ہٹ دھرمی اور فکری گمراہی ان مشکلات کی نمایاں شکلیں ہیں۔ قرآن مجید نے نہ صرف ان مشکلات کی وضاحت کی بلکہ داعیانِ حق کو صبر، حکمت، حسنِ اخلاق اور اللہ پر توکل کی جامع ہدایات بھی فراہم کیں۔ یہی قرآنی اصول ہر دور میں دعوتِ دین کے لیے مشعلِ راہ ہیں اور رہیں گے۔

سوال نمبر *4:* مغربی معاشرتی نظام میں انسان کے مقام کو کم کرنے کے حوالے سے تعلیم کے اثرات کی وضاحت کریں۔ انسان کو کس طرح حیوانیت کے درجے پر لا کر اس کی اہمیت کو کم کیا گیا؟

تمہید: تعلیم اور انسانی مقام

تعلیم کسی بھی معاشرے کی فکری، اخلاقی اور تہذیبی سمت متعین کرتی ہے۔ اگر تعلیم انسان کو مقصدِ حیات، اخلاقی ذمہ داری اور روحانی قدروں سے جوڑ دے تو وہ انسان کو اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز رکھتی ہے، لیکن اگر تعلیم صرف مادّی مفاد، معاشی پیداوار اور حیوانی خواہشات تک محدود ہو جائے تو وہی تعلیم انسان کے مقام کو کم کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ مغربی معاشرتی نظام میں جدید تعلیم نے بظاہر ترقی، سائنسی ایجادات اور سہولتیں فراہم کیں، لیکن فکری سطح پر اس نے انسان کو روحانی و اخلاقی اقدار سے کاٹ کر محض ایک حیوانی اور معاشی اکائی بنا دیا۔

مغربی تعلیمی نظام کا فکری پس منظر

سیکولرزم اور مذہب کی بے دخلی

مغربی تعلیم کی بنیاد سیکولر فکر پر ہے، جس میں مذہب کو ذاتی معاملہ قرار دے کر اجتماعی زندگی، ریاست، اخلاقیات اور علم سے الگ کر دیا گیا۔ اس طرزِ فکر کے نتیجے میں انسان کو اللہ کا نائب اور جواب دہ مخلوق سمجھنے کے بجائے محض ایک آزاد، خودمختار اور خواہشات کا غلام فرد تصور کیا گیا۔

انسان مرکزیت *(Humanism)*

مغربی فلسفے میں انسان کو کائنات کا مرکز قرار دیا گیا، مگر یہ انسان مرکزیت دراصل انسان کو خدا سے آزاد کر کے اس کی اخلاقی بنیادیں کھوکھلی کر دیتی ہے۔ جب انسان خود ہی خیر و شر کا معیار بن جائے تو وہ اپنی خواہشات کو ہی حق سمجھنے لگتا ہے۔

مغربی تعلیم میں انسان کو حیوان بنانے کے فکری اسباب

نظریۂ ارتقاء *(Evolution Theory)*

چارلس ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کو مغربی تعلیمی نصاب میں مرکزی حیثیت دی گئی، جس کے مطابق انسان بندر یا کسی حیوانی شکل سے ارتقاء پذیر ہوا۔ اس نظریے نے انسان کی تخلیقِ خاص، شرف اور روحانی عظمت کو رد کر دیا اور اسے حیوانی سلسلے کی ایک کڑی بنا کر پیش کیا۔ نتیجتاً انسان کی اخلاقی ذمہ داری، جواب دہی اور تقدس کو شدید نقصان پہنچا۔

مادیت *(Materialism)*

مغربی تعلیم نے مادیت کو بنیادی فلسفہ بنا لیا۔ کامیابی کا معیار دولت، طاقت، لذت اور سہولت کو قرار دیا گیا۔ اس تصور میں انسان محض ایک معاشی جانور بن کر رہ جاتا ہے جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا ہے، چاہے اس کے لیے اخلاق، اقدار اور انسانی رشتے قربان ہی کیوں نہ کرنے پڑیں۔

نفسیات میں حیوانی رجحانات پر زور

فرائڈ اور اس جیسے مفکرین کی نفسیاتی تعلیمات نے انسان کے رویوں کو جنسی اور حیوانی جبلتوں کا نتیجہ قرار دیا۔ اس سے یہ تصور مضبوط ہوا کہ

انسان کسی اعلیٰ اخلاقی مقصد کے لیے نہیں بلکہ جبلتوں کی تسکین کے لیے جیتا ہے۔

تعلیمی نصاب اور انسانی اقدار کی تنزلی

اخلاقیات کی نسبیت

مغربی تعلیم میں اخلاقیات کو مطلق کے بجائے نسبتی قرار دیا گیا۔ یعنی کوئی عمل بذاتِ خود اچھا یا برا نہیں، بلکہ حالات کے مطابق اس کی قدر متعین ہوتی ہے۔ اس سوچ نے انسان کو اخلاقی حدود سے آزاد کر دیا اور وہ حیوانوں کی طرح خواہشات کی پیروی کرنے لگا۔

مقصدِ حیات سے غفلت

مغربی تعلیمی نظام انسان کو یہ نہیں بتاتا کہ وہ کیوں پیدا ہوا، اس کا آخری انجام کیا ہے اور اسے کس کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ جب مقصدِ حیات ہی غائب ہو جائے تو انسان حیوانوں کی طرح صرف کھانے، پینے اور نسل بڑھانے تک محدود ہو جاتا ہے۔

مقابلہ بازی اور خود غرضی

تعلیم کو مسابقت *(Competition)* کا میدان بنا دیا گیا جہاں دوسروں کو پیچھے چھوڑنا ہی کامیابی سمجھا جاتا ہے۔ اس سے تعاون، ہمدردی اور ایثار جیسی انسانی اقدار کمزور ہو گئیں اور انسان ایک خود غرض حیوان بن گیا جو صرف اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔

مغربی معاشرت میں تعلیمی اثرات کے عملی مظاہر

خاندانی نظام کی تباہی

مغربی تعلیم نے فرد کو خاندان سے زیادہ اہم بنا دیا۔ نتیجتاً شادی کی اہمیت کم ہوئی، طلاق عام ہوئی اور بچوں کی تربیت ریاست یا اداروں کے حوالے ہو گئی۔ یہ سب حیوانی معاشرت کی علامات ہیں جہاں خاندانی وابستگی کمزور ہوتی ہے۔

جنسی آزادی اور اخلاقی انحطاط

تعلیم کے ذریعے جنسی آزادی کو بنیادی حق قرار دیا گیا۔ حیوانوں کی طرح بے لگام جنسی رویوں کو فروغ ملا جس سے انسان کی اخلاقی عظمت مجروح ہوئی۔

انسان کی مشینی حیثیت

جدید تعلیم نے انسان کو ایک "پروڈکشن یونٹ" بنا دیا ہے۔ اس کی قدر اس کی کارکردگی، پیداوار اور منافع سے ناپی جاتی ہے، نہ کہ اس کے اخلاق، کردار یا انسانیت سے۔

انسان کی اہمیت میں کمی کے فکری نتائج

روحانی خلا

مغربی تعلیم نے روحانیت کو نظرانداز کر کے انسان کو شدید ذہنی دباؤ، تنہائی اور ڈپریشن میں مبتلا کر دیا۔ جب روحانی تسکین نہ ہو تو انسان حیوانوں کی طرح بے سکون رہتا ہے۔

اخلاقی بحران

جرائم، خودکشی، منشیات اور تشدد میں اضافہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تعلیم نے انسان کو اخلاقی طور پر مضبوط بنانے کے بجائے کمزور کر دیا ہے۔

انسان بطور صارف

مغربی معاشرے میں تعلیم انسان کو "صارف" *(Consumer)* بنا دیتی ہے جو مسلسل خریدتا، استعمال کرتا اور ضائع کرتا ہے، بالکل حیوانوں کی طرح جو صرف فوری ضرورت دیکھتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تقابل

اسلامی تعلیم انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیتی ہے، اسے عقل، روح اور اخلاق سے آراستہ کرتی ہے اور اسے اللہ کا نائب اور جواب دہ بناتی ہے۔ اس کے برعکس مغربی تعلیم انسان کو خدا سے کاٹ کر حیوانی سطح پر لے آتی ہے جہاں وہ صرف خواہشات کا غلام بن جاتا ہے۔

مجموعی تجزیہ

مغربی معاشرتی نظام میں رائج تعلیم نے انسان کے مقام کو بلند کرنے کے بجائے اسے کم کر دیا ہے۔ نظریۂ ارتقاء، مادیت، سیکولرزم اور اخلاقی نسبیت کے ذریعے انسان کو روحانی و اخلاقی اقدار سے محروم کر کے حیوانیت کے درجے کے قریب کر دیا گیا۔ نتیجتاً انسان ایک باوقار، ذمہ دار اور مقصدی مخلوق کے بجائے ایک خود غرض، لذت پرست اور معاشی جانور بن کر رہ گیا۔ یہ صورتِ حال اس بات کی متقاضی ہے کہ تعلیم کو دوبارہ انسانی عظمت، اخلاقی اقدار اور روحانی شعور سے جوڑا جائے تاکہ انسان اپنے اصل مقام کو پہچان سکے۔

سوال نمبر 5: سیکولر تعلیم کے مفہوم اور اس کے اثرات پر روشنی ڈالیں۔ کس طرح علومِ طبعی اور عمرانیات کو مذہب سے علیحدہ کر کے تعلیم دی جاتی ہے؟

سیکولر تعلیم کا مفہوم

سیکولر تعلیم سے مراد ایسا تعلیمی نظام ہے جس کی بنیاد مذہب سے علیحدگی پر ہو۔ اس نظامِ تعلیم میں علم، تحقیق، نصاب اور تدریس کو کسی الہامی ہدایت، دینی عقائد یا مذہبی اقدار سے وابستہ نہیں کیا جاتا بلکہ عقل، تجربہ، مشاہدہ اور انسانی خواہشات کو علم کا واحد ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ سیکولر تعلیم کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ مذہب ایک ذاتی معاملہ ہے اور اسے تعلیم، ریاست، معیشت، سیاست اور سماجی علوم سے الگ رکھا جانا چاہیے۔

یہ تصور یورپ میں کلیسا اور ریاست کے تصادم کے نتیجے میں پیدا ہوا، جہاں مذہب کے غلط استعمال اور کلیسائی جبر کے ردعمل میں یہ خیال مضبوط ہوا کہ ترقی اور آزادی کے لیے مذہب کو اجتماعی زندگی سے الگ

کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ تعلیم کو بھی مذہبی اثرات سے پاک کر کے خالصتاً دنیاوی اور مادّی بنیادوں پر استوار کیا گیا۔

سیکولر تعلیم کی فکری بنیادیں

سیکولر تعلیم چند بنیادی نظریات پر قائم ہے۔

اول، **سیکولرزم** جس کے مطابق مذہب کو عوامی زندگی سے خارج کر دیا جائے۔

دوم، **عقلیت *(Rationalism)*** جس میں وحی کے بجائے انسانی عقل کو حتمی معیار مانا جاتا ہے۔

سوم، **مادیت *(Materialism)*** جس میں روحانی حقائق کے بجائے مادی دنیا کو اصل حقیقت سمجھا جاتا ہے۔

چہارم، **نسبتی اخلاقیات** جن کے تحت خیر و شر کو مطلق نہیں بلکہ حالات اور معاشرتی ضروریات کے تابع قرار دیا جاتا ہے۔

یہ نظریات مل کر ایسا تعلیمی ڈھانچہ تشکیل دیتے ہیں جس میں انسان کو ایک اخلاقی و روحانی مخلوق کے بجائے ایک معاشی اور حیوانی اکائی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

علومِ طبعی کو مذہب سے علیحدہ کر کے تعلیم دینا

علومِ طبعی کا تصور

علومِ طبعی میں فزکس، کیمسٹری، بایالوجی، فلکیات اور دیگر سائنسی علوم شامل ہیں۔ سیکولر تعلیم میں ان علوم کو مکمل طور پر خدا، تخلیق اور مقصدِ کائنات سے الگ کر کے پڑھایا جاتا ہے۔

خدا اور تخلیق کا انکار یا نظرانداز

سیکولر سائنسی تعلیم میں کائنات کو محض اتفاقات، طبعی قوانین اور خودکار نظام کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔ تخلیقِ کائنات میں کسی خالق کے کردار کو یا تو سرے سے رد کر دیا جاتا ہے یا اسے غیر متعلق سمجھا جاتا ہے۔ اس کے

نتیجے میں طلبہ کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ کائنات خود بخود وجود میں آئی اور اس کا کوئی اخلاقی یا روحانی مقصد نہیں۔

نظریۂ ارتقاء کی مرکزی حیثیت

بایالوجی میں نظریۂ ارتقاء کو بنیادی حقیقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس میں انسان کو حیوانی ارتقاء کی ایک کڑی بتایا جاتا ہے۔ اس سے انسان کی خصوصی تخلیق، عزت اور اخلاقی برتری کا تصور کمزور ہو جاتا ہے اور وہ خود کو دیگر جانوروں سے مختلف محسوس نہیں کرتا۔

سائنسی علم کو مطلق سچ سمجھنا

سیکولر تعلیم میں سائنس کو حتمی اور ناقابلِ سوال علم سمجھا جاتا ہے، حالانکہ سائنسی نظریات خود تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ مذہبی تعلیم کے بغیر یہ رویہ انسان کو تکبرِ علم میں مبتلا کر دیتا ہے۔

عمرانیات کو مذہب سے علیحدہ کر کے تعلیم دینا

عمرانیات کا سیکولر تصور

عمرانیات، معاشیات، سیاسیات، نفسیات اور بشریات جیسے علوم میں سیکولر نقطۂ نظر غالب ہے۔ ان علوم میں انسانی معاشرے کو محض معاشی، نفسیاتی اور طاقت کے عوامل کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے، نہ کہ اخلاقی و دینی اصولوں کا مظہر۔

معاشیات میں مادّی سوچ

سیکولر معاشیات میں انسان کو ایک "معاشی انسان" *(Economic Man)* تصور کیا جاتا ہے جس کا مقصد صرف ذاتی فائدہ، منافع اور زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنا ہے۔ حلال و حرام، عدل، قناعت اور معاشرتی ذمہ داری جیسے اسلامی اصولوں کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔

سیاسیات میں مذہب سے لاتعلقی

سیکولر سیاسی تعلیم میں ریاست کو مذہب سے مکمل طور پر الگ قرار دیا جاتا ہے۔ قوانین سازی میں الہامی ہدایت کے بجائے اکثریت کی رائے یا طاقت کو بنیاد بنایا جاتا ہے، جس سے اخلاقی اقدار کمزور پڑ جاتی ہیں۔

نفسیات میں حیوانی رجحانات پر زور

نفسیات میں انسانی رویوں کو صرف جبلت، خواہش اور لاشعور کا نتیجہ بتایا جاتا ہے۔ روح، نفسِ مطمئنہ اور اخلاقی تربیت جیسے اسلامی تصورات کو غیر سائنسی قرار دے کر خارج کر دیا جاتا ہے۔

سیکولر تعلیم کے فرد پر اثرات

روحانی خلا

جب تعلیم میں خدا، آخرت اور جواب دہی کا تصور شامل نہ ہو تو فرد شدید روحانی خلا کا شکار ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ ذہنی دباؤ، بے چینی اور خودکشی جیسے مسائل کی صورت میں نکلتا ہے۔

اخلاقی انحطاط

سیکولر تعلیم اخلاقیات کو ذاتی پسند و ناپسند تک محدود کر دیتی ہے۔ اس سے حیا، دیانت، امانت اور ایثار جیسی اقدار کمزور ہو جاتی ہیں۔

مقصدِ حیات سے غفلت

ایسا فرد زندگی کو محض کامیابی، کیریئر اور لذت کے گرد گھومتا ہوا دیکھتا ہے اور اس کے سامنے کوئی اعلیٰ مقصد باقی نہیں رہتا۔

سیکولر تعلیم کے معاشرتی اثرات

خاندانی نظام کی کمزوری

مذہبی اقدار سے خالی تعلیم فرد کو خاندان کے بجائے ذاتی آزادی کو ترجیح دینا سکھاتی ہے، جس سے شادی، والدین کا احترام اور خاندانی ذمہ داریاں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

سماجی بے حسی

ایسا معاشرہ جنم لیتا ہے جہاں افراد ایک دوسرے کے دکھ درد سے بے پروا ہو جاتے ہیں اور معاشرتی رشتے مفاد پرستی میں بدل جاتے ہیں۔

اخلاقی و تہذیبی بحران

سیکولر تعلیم نے مغربی معاشروں میں جرائم، جنسی بے راہ روی، منشیات اور تشدد کو بڑھا دیا ہے، جو اس کے اخلاقی دیوالیہ پن کا ثبوت ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم کا تقابل

اسلام میں تعلیم کا مقصد صرف معلومات فراہم کرنا نہیں بلکہ انسان کی ہمہ جہت تربیت ہے۔ اسلامی تعلیم میں علومِ طبعی بھی خدا کی نشانیوں کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں اور عمرانیات کو اخلاقی و دینی اصولوں کے تابع رکھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس سیکولر تعلیم علم کو مذہب سے جدا کر کے انسان کو اس کے اصل مقام سے گرا دیتی ہے۔

مجموعی تجزیہ

سیکولر تعلیم کا مفہوم مذہب اور علم کی علیحدگی پر مبنی ہے۔ اس نظام کے تحت علومِ طبعی اور عمرانیات کو الہامی ہدایت، اخلاقی اقدار اور روحانی مقصد سے الگ کر کے پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان ایک با مقصد، با اخلاق اور ذمہ دار مخلوق کے بجائے محض ایک مادّی، حیوانی اور خود غرض فرد بن کر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج انسان کو شدید اخلاقی،

روحانی اور سماجی بحرانوں کا سامنا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تعلیم کو مذہب اور اخلاق سے جدا کرنا انسانیت کے لیے نقصان دہ ہے۔